عہد رسالت میں ذرائع ابلاغ کے منفی ہتھکنڈے

ڈاکٹر غلام شبیر

استاذ شعبہ صحافت' اسلامیہ یونیورسٹی' بہاولپور

ابلاغ کو انسانی تعلقات میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قومی ثقافت' تہذیب اور روایات کو ذرائع ابلاغ کی مدد سے ایک سے دوسری نسل میں منتقل کیا جاتا ہے خود معاشرہ کا وجود بھی ابلاغ کا مرہون منت ہے۔

لفظ ابلاغ دراصل انگریزی لفظ Communication کا اردو ترجمہ ہے۔ انگریزی کا یہ لفظ لاطینی زبان کے Communi یا CommuiniCare سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی اشتراک پیدا کرنا یا حصہ دار بنانا' ابلاغ کا لفظ بلغ سے بنا ہے جس کے معنی پھیلانا اور پہنچانا کے ہیں۔ رائٹ چارلس اس کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

کمیونیکیشن کا مطلب پیغام کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا ہے۔ ابلاغ کے اس عمل میں اہم کردار اور ذریعہ خود انسان ہے جو اپنے تجربات اور مشاہدات وضروریات کے مطابق اطلاع کا مفہوم سمجھ کر اسے آگے منتقل کرتا ہے۔(۱)

اسلامی نقطہ نظر میں ابلاغ کی اصطلاح : ابلاغ اور بلغ کا مفہوم اسلام کا مکمل پیغام بالعموم اور عقائد واخلاقیات کی بنیادی باتیں بالخصوص تمام لوگوں تک پہنچانا اس کے مطابق انسان کی ذہن سازی کر کے اسلامی احکام کے مطابق پاک صاف کرنا اور اللہ اور اس کے تمام رسولوں کی محبت کا جذبہ دلوں میں پیدا کرنا۔(۲)

قرآن کریم میں اسی مفہوم میں تبلیغ کا لفظ بھی آیا ہے اس لئے تبلیغ کا ہم معنی لفظ دعوۃ بھی ہے ۔جس کے معنی بلانے اور پکارنے کے ہیں۔ آنحضورﷺ نے اپنی زندگی میں تبلیغ اسلام کے دوران لوگوں کو دعوت عام دیتے ہوئے دنیا کی تمام اقوام کو برابری اور مساوات کا درس دیا۔ ہادی برحق ﷺ نے تبلیغ کیلئے عربی عجمی کی تخصیص نہیں فرمائی۔

انسانی معاشرہ میں ابلاغ کا عمل : ماہرین ابلاغ عامہ کے نزدیک ابلاغ زبان کا محتاج نہیں ہوتا۔ بلکہ دو افراد کا ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھ لینا ابلاغ کہلاتا ہے۔ یہ عمل اشاروں' تصویروں اور مختلف آوازوں کے ذریعے افراد کے درمیان ہوسکتا ہے۔ ابلاغ کے عمل میں جاندار کے علاوہ بے جان اشیاء سے بھی بھرپور مدد لی جاسکتی ہے۔ ابلاغ کے عمل سے کوئی ذی شعور متاثر

ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا آج کے دور میں آبادی کے پھیلاؤ صنعتی اور تکنیکی ترقی کی بدولت انسانی معاشرہ میں ابلاغی عمل ناکافی ثابت ہوا تو ابلاغ عامہ کے بڑے بڑے ذرائع ظہور پذیر ہوئے۔ اخبارات 'ریڈیو' ٹیلی ویژن' فلم' مواصلاتی سیارچے اور انٹرنیٹ نے معلومات' اطلاعات اور تفریح کی فراہمی کیلئے ایسے عوامل پیدا کئے کہ دنیا کی طنابیں سمٹ کر رہ گئی ہیں اب پوری دنیا ایک گلوبل کنبے کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ ان ذرائع کے کام کے دو پہلو ہیں ایک اطلاع دینا اور دوسرا ان کی آراء کا انعکاس کرنا۔ ان ذرائع کا کام یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ لوگوں کو شعور دینا اور تربیت کرنا بھی ان کے فرائض میں شامل ہے۔ ابلاغ عامہ ہو یا کوئی اور اصطلاح اس کے دونوں پہلو ہی روشن اور تاریک ہیں یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ ابلاغ عامہ سے کون سا تاثر لیتا ہے۔ ممکن ہے ابلاغ عامہ کو مخالف کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔

موجود دور میں ابلاغ عامہ کی اہمیت کے اعتبار سے غور کیا جائے تو ابلاغ عامہ کے ذرائع قومی ضروریات اور مقاصد کے مطابق ظہور میں آتے ہیں۔ یہ انتہائی موثر اور فعال کام کرتے ہیں مثلاً پریس نہ صرف معلومات کی فراہمی اور راہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ بلکہ یہ عوام کا نگران اور ان کے حقوق کا امین بھی ہوتا ہے۔ ریڈیو' ٹیلی ویژن' فلم اور انٹرنیٹ ابلاغ کے ایسے ذرائع ہیں جو عوام کے اذہان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ ذرائع خود کو قومی و ملکی معاملات میں عملاً شریک سمجھتے ہیں۔ ابلاغ کے یہ ذرائع زندگی کے مختلف شعبوں میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

ابلاغ کے مثبت اور منفی پہلو: آج کی دنیا میں ابلاغ کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ اسکا عمومی اثر منفی ہی ہے۔ ذرائع ابلاغ میں پروپیگنڈہ دراصل نفسیاتی جنگ کا ہتھیار ہے۔ دشمن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پروپیگنڈہ کے ذریعے خوف اور ہیجان کی کیفیت پیدا کر کے فرد یا اجتماع کے رویے میں حسب خواہش تبدیلی لائی جائے۔ ذہنی تناؤ کی اس کیفیت کو انگریزی میں نفسیاتی جنگ اور جدید عربی اصطلاح میں الحرب النفسیۃ کہا جاتا ہے۔ (۳)

نفسیاتی جنگ میں توپ و تفنگ استعمال نہیں ہوتے بلکہ یہ جنگ ذرائع ابلاغ کے ذریعے لڑی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں ۸۰% جنگ پروپیگنڈہ کے بل بوتے پر جیتی جاتی ہے۔ دنیا میں پروپیگنڈہ پر خوب رقم خرچ کی جاتی ہے اور اس سے وہ نتائج حاصل کئے جاتے ہیں جو عملی جنگ سے حاصل نہیں ہوتے۔ ابلاغ عامہ کے ذریعے پروپیگنڈہ کی غرض و غایت مدمقابل کو ذہنی شکست سے دوچار کر کے اس کے حوصلے پست کرنا ہوتا ہے۔ (۴)

پروپیگنڈہ کی تہہ میں نظریاتی' معاشی، سیاسی مفادات اور احساس کمتری پیدا کرنے کے عوامل

کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ ایک بھرپور جنگ ہوتی ہے مگر آتشیں اسلحہ کے بغیر لڑی جانے کے سبب اسے ''سرد جنگ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ پروپیگنڈہ بذات خود اچھا یا برا نہیں ہوتا۔ مقاصد اور طریقہ کار کا حسن وقبح اسے مثبت یا منفی بنا دیتا ہے۔ ذرائع ابلاغ میں پروپیگنڈہ کی اصطلاح ۱۶۲۲ء میں پہلی دفعہ ایک عیسائی مشن کے لیے استعمال ہوئی جو روم سے باہر تبلیغی مقاصد کے لیے گیا تھا۔ وہاں کی حکومت ان عیسائیوں کے مخالفانہ خیالات کی تشہیر سے خائف تھی۔

مذہبی حوالہ سے بھی پروپیگنڈہ کا وجود قدیم تر ہے۔ شیطان نے پروپیگنڈہ کے ہتھیار سے ہی حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی حضرت حواؑ کو اس شجر ممنوعہ سے پھل کھانے پر آمادہ کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا تھا۔

پروپیگنڈہ اور نفسیاتی جنگ کے شواہد قبل از اسلام تاریخ سے بھی ملتے ہیں۔ قبائل کے سردار ان اور عمائدین دشمنوں میں فتنہ انگیزیاں کرنے' آپس میں پھوٹ ڈالنے' دوسروں کے لیے خود کو پر ہیبت اور طاقت ور ظاہر کرنے کے لیے متعدد حیلے اور طریقے استعمال کرتے تھے۔

کفار و فجار کی طرف سے پیغام ربانی کو بے اثر کرنے کے لیے نفسیاتی حربوں کے آثار تاریخ میں ملتے ہیں اور قرآن جگہ جگہ اقوام سابقہ کی ان افترا پردازیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خود جزیرہ عرب کے اندر مشرکین' یہود اور منافقین نے خاتم الانبیاء ﷺ کے خلاف زبردست نفسیاتی جنگ برپا کر رکھی تھی۔ منفی پروپیگنڈہ سے آیات الٰہی کی تکذیب اور دھمکیوں کا ایک طوفان تھا۔ حضور ﷺ اور ان کے صحابہؓ کو خوفزدہ کرنے اور لالچ دینے کے لیے پروپیگنڈہ کے مختلف اسلوب اختیار کیے جاتے رہے۔

☆ شعب ابی طالب میں حضور ﷺ اور ان کے خاندان کو محصور کرنا اور معاشرتی اور معاشی بائیکاٹ کی حالت میں تین سال گذارنے پر مجبور کرنا اِسی نفسیاتی پروپیگنڈہ کا نتیجہ تھا۔

☆ قرآن کے موثر پیغام کو نہ سننا اور ڈھولکیاں' باجوں کی محفلیں سجاتے ہوئے اور میلے تفریح گاہیں منعقد کر کے قرآن کے پیغام کو مشتبہ اور غیر اہم بنانا بھی منکرین حق کے پروپیگنڈہ کا حصہ تھا۔ جس کی طرف قرآن نے یوں ارشاد فرمایا:

''یہ منکرین حق کہتے ہیں۔ اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو' شاید کہ اسی طرح تم غالب آ جاؤ''۔ (۵)

تجارتی میلے اور جشن منانا بظاہر تفریح اور اشتہار بازی تھی۔ مگر اس کے پس پردہ مقصد رسول ﷺ کو تنہا کرنا تھا۔ یہ پروپیگنڈہ بسا اوقات بڑا موثر ثابت ہوا۔ قرآن کریم میں اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد خداوندی ہے۔ ''اور جب انہوں نے تجارت یا کھیل تماشہ ہوتے دیکھا تو اس کی

طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا۔ ان سے کہو' جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے''۔(۶)

شعر و شاعری اور سخن گوئی عربوں کا اہم ابلاغی ذریعہ تھا۔ عرب بڑے فصیح اللسان تھے۔ پیغام رسالت ﷺ کے خلاف پروپیگنڈہ کے لیے اس میڈیا کو بھی بھرپور استعمال کیا گیا۔ ''کعب بن اشرف ایک متمول یہودی اور مشہور شاعر تھا۔ وہ حضور ﷺ کی شان میں توہین آمیز ہجو کہتا اور مخالفین کو اکساتا۔ جنگ بدر میں قریش کی شکست کے بعد مکہ جا کر مسلمانوں کے خلاف خوب شعر و شاعری کی اور کشتگان بدر کے مرثیے لکھے جن میں انتقام لینے کی تحریص و ترغیب تھی۔ جب واپس مدینہ آیا تو شاعری کے ذریعے لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کر دیا''۔(۷)

علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں:

''عربوں میں شاعری کا وہ اثر تھا۔ جو آج یورپ میں بڑے بڑے دانش وروں کی تقریروں اور نامور اخبارات کی تحریروں کا ہوتا ہے''۔(۸)

رائے عامہ سے اسلام کے خلاف منفی اثرات کو ختم کرنے اور مثبت اثرات مرتب کرنے میں حضرت حسانؓ بن ثابت' حضرت عبداللہؓ بن رواحہ' کعبؓ بن مالک' حضرت ثابتؓ بن قیس نے اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے شاعری کی صنف کو جوابی نفسیاتی حملہ کے طور پر استعمال کیا۔ آج کل کے مسلمان صحافیوں اور دانشوروں کے لیے یہ ایک نمونہ ثابت ہوسکتا ہے۔

کفار اور مشرکین نے اپنے آباؤ اجداد کے دین پر تعصب اور ناحق طرف داری کے سبب نہ صرف آسمانی صداقت اور بے لاگ حقیقت کو ٹھکرا دیا بلکہ اس کو اپنے جھوٹے پروپیگنڈہ کی بھینٹ چڑھانے کی ان تھک کوشش کی۔ حق و باطل کے ابلاغ میں اس دور کے ماہرین ابلاغ کی مسابقت کی کوششیں برابر جاری رہیں مگر غلبہ بالآخر حق و صداقت کا ہوا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون اپنے ''مقدمہ'' میں لکھتے ہیں۔

''دور اسلامی کے شعرائے عرب کا کلام فصاحت و بلاغت میں شعرائے جاہلیت کے کلام سے کیوں بلند اور ارفع ہے؟ نظم کی طرح نثر کا بھی یہی حال ہے۔ اسی لیے حسان بن ثابتؓ، عمر بن ابی ربعیہ' حطیہ ' فرزدق' نصیب' عیلان' ذی الرمہ' احوص بشار کے اشعار' خطبات، عبادات اور محاورات (یعنی صحافت اور ادب) کا پلہ نابغہ' عنترہ' ابن کلثوم' زہیر' علقمہ بن عبدہ طرفہ بن العبد کے کلام سے بہت اونچا ہے صاحب نظر شخص کا ذوق سلیم خود اس فرق کو محسوس کر لیتا ہے اس حقیقت کی وجہ یہ ہے کہ دور اسلامی کے ماہرین ابلاغ کو خوش قسمتی سے قرآن و حدیث کے معجزانہ کلام کے اسلوب سننے کا اتفاق ہو

اوران کا طبائع میں یہ اسلوب رچ بس گیا اس لئے وہ آسمان بلاغت کے ستارے بن کر چمکے۔"(۹)

یہود کا پروپیگنڈہ : آنحضور ﷺ کی ذات کے خلاف یہودیوں کے پروپیگنڈہ کے سبب قریش کا جوش انتقام اس حد تک بھڑک اٹھا کہ قریش نے بنونضیر کو پیغام بھیجا "محمد ﷺ کو قتل کردو ورنہ ہم خود آ کر تمہارا استحصال کردیں گے۔"(۱۰)

ابن جریر طبری فرماتے ہیں۔"جہاں تک کعب کے پروپیگنڈہ کا تعلق تھا تو صحابہؓ اور شاعرہ صحابیاتؓ نے اشعار ہی میں ان کے جوابات دیئے اس وقت جب جنگ بدر کی آگ ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی۔ یہودیوں کے سردار نے دوبارہ جنگ کی آگ بھڑکانے کی اعلانیہ سازشیں شروع کردیں اور مکہ جا کر قریش کو آمادہ جنگ کیا۔ اس پر حضور ﷺ نے اذن الٰہی سے مداخلت کی اور کعب بن اشرف کو قتل کردیا گیا۔"(۱۱)

پروپیگنڈہ اور افواہوں کے پھیلانے میں یہودیوں اور قریش مکہ کے ساتھ ساتھ مدینہ کے منافقین بھی پیش پیش تھے۔ بنونضیر کو جب حضور ﷺ نے مدینہ سے جلاوطن کیا تو دوسرے یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے بنونضیر کا ساتھ نہیں دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ بنونضیر اپنے آپ کو اونچی ذات کے یہودی تصور کرتے تھے اور اپنے مقتولین کا خون بہا لیتے تھے جبکہ بنوقریظہ کے مقتولین کی دیت آدھی ہوتی تھی۔ آنحضور ﷺ نے بنوقریظہ پر یہ احسان کیا کہ دیت اور دوسرے معاملات میں ان کو بنونضیر کے برابر قرار دیا مدینہ کے منافقین نے بنونضیر کی جلاوطنی کے وقت ان کو پیغام بھیجا کہ عبداللہ بن ابی طرابی دو ہزار آدمیوں کے ساتھ ان کی مدد کرے گا قرآن نے یہود اور منافقین کے اس گٹھ جوڑ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا۔

> "تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنہوں نے منافقت کی روش اختیار کی ہے؟ یہ اپنے اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں "اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے' اور تمہارے معاملے میں ہم کسی کی بات ہرگز نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔"(۱۲)

کفر کی اس ملت واحدہ کا اہل ایمان کے خلاف در پردہ سازشوں کا سلسلہ عرصے سے جاری تھا۔ اس لئے منافقین مسلمانوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے اور پروپیگنڈہ کے ذریعے بدگمانیاں پھیلانے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے تھے حالانکہ بنونضیر کا حضور ﷺ نے جب محاصرہ کیا تو یہودیوں نے منافقین کی مدد کا انتظار کیا مگر عبداللہ بن ابی اپنے گھر میں دبک کر بیٹھ گیا۔ سلام بن مشکم اور کنانہ

نے حیی بن اخطب سے پوچھا: بتاؤ بھائی! کہاں ہے ابن ابی اور کہاں ہیں اس کی فوجیں اور اس کی حلیف؟ اس نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''ہماری تقدیر میں یہ جنگ اور بربادی لکھی تھی' اس سے اب کوئی مفر نہیں''۔(۱۳)

بنونضیر کی جلاوطنی کا واقعہ غزوہ احد کے بعد وقوع پذیر ہوا جب کہ غزوہ بدر اور احد کے درمیان ۳۸۰ دن کا فاصلہ ہے۔ جنگ بدر ۱۷ رمضان ۲ ہجری بمطابق ۱۵ مارچ ۶۲۴ء کو لڑی گئی تھی اور احد کے میدان میں حق و باطل کا معرکہ ۱۵ شوال ۳ ہجری بمطابق ۳۱ مارچ ۶۲۵ء کو پیش آیا۔(۱۴)

غزوہ احد کے دوران یہ افواہ پھیلائی گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ اس پروپیگنڈہ کا مسلمانوں پر خاطر خواہ اثر ہوا جبکہ حضرت انسؓ بن نضر نے اس مخالفانہ پروپیگنڈہ کے جواب میں یہ موقف اختیار کیا: پھر زندگی کا فائدہ کیا؟ اور بے جگری سے لڑ کر شہید ہوئے۔

قرآن کی روشنی میں ذرائع ابلاغ کا کردار: آج کے دور میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا عوام کے اخلاق کو خراب کرتے ہوئے نجی زندگی میں دخل اندازی کر رہے ہیں جس سے لوگ اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو ٹھیک طرح سے پورا نہیں کر پا رہے۔ اخلاقی اور سماجی بنیادیں کمزور ہو رہی ہیں۔ محبت اور اخوت کی بجائے نفرت نے جنم لے لیا ہے۔ یہ تمام خرابیاں منظر عام پر آنے کے باوجود ختم ہوسکتی ہیں۔ بشرطیکہ ذرائع ابلاغ آزادانہ ذمہ داریوں کے ساتھ شریعت کی روشنی میں اپنے فرائض کو سرانجام دیں۔ اس طرح دور جدید کے ذرائع ابلاغ قران وسنت کے فروغ میں موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کو بندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری رسولوں پر اس طرح رکھی گئی۔

''اے اللہ کا پیغام پہنچانے والے تیرے پروردگار کے پاس سے جو کچھ تیری طرف اترا ہے۔ اس کو پہنچا دے''۔(۱۵)

اس سے ظاہر ہے کہ رسول ﷺ کو زندگی میں یہ کام سونپا گیا کہ وہ اللہ کا پیغام اللہ کی مخلوق تک پہنچائے۔ اس پیغام کو بندوں تک پہنچانا تبلیغ ہے

قرآن پاک میں ہی ارشاد ہے۔

''اور ہم نے تم کو تمام انسانوں کیلئے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا''۔(۱۶)

گویا نبی کی ذات داعی و مبلغ دونوں کی حیثیت سے واضح ہے اور رسول اکرم ﷺ کے امتی کو بھی تبلیغ میں شریک کیا گیا ہے کیونکہ جب نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا تو ہر امتی کے لئے نیکی اور اچھائی کا پیغام پہنچانے کی انجام دہی کو لازم قرار دیا گیا۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے میرے حبیب ﷺ کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے کہ میں اور میری اتباع کرنے والا ہر شخص پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کے نظام حیات کی طرف دعوت دیتا ہے''۔(۱۷)

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کرنے والوں کو بھی پیغام الٰہی لوگوں تک پہنچانے اور حق کی دعوت دینے کا فریضہ سونپا گیا۔ مذکورہ پیغام سے ظاہر ہے کہ یہ پیغام دنیا کے کسی بھی گوشے میں آباد اور کسی بھی عہد میں زندگی بسر کرنے والے انسان کیلئے ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ انسانی فطرت میں نیکی اور بدی کا ایک مشترکہ شعور ہوتا ہے۔ ہر اچھا عمل اسلامی اقدار کے زمرے میں آتا ہے۔ گویا اسلام کا پیغام انسانیت کی بھلائی کا پیغام ہے۔

آنحضور ﷺ کے ذریعے سے اخوت و محبت کی تعلیم دی گئی۔ خود قرآن پاک نے آنحضور ﷺ کے مشن کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔:

> ''ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو تم پر ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے تمہارا تزکیہ نفس کرتا ہے۔ تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے''۔(۱۸)

اصطلاحات اور طنزیہ الفاظ: ماضی میں پروپیگنڈہ اور نفسیاتی جنگ کے دوران منافقین مختلف اصطلاحات اور طنزیہ الفاظ کا سہارا لیتے تھے۔ ان میں سے انصار کیلئے ''عزت دار'' (اعزا) اور مہاجرین کیلئے ''ذلیل'' یعنی (اذل) کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی۔

شعبان ۶ ہجری میں حضور ﷺ کو بنی مصطلق کی جنگ کیلئے تیاریوں کی اطلاع ملی۔ ایسی اطلاعات کی بروقت وصولی کیلئے حضور ﷺ خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ خبر ملتے ہی حضور ﷺ ایک لشکر لے کر ان کی طرف روانہ ہوئے تاکہ فتنے کو سر اٹھانے سے پہلے ہی کچل دیا جائے۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق مریسیع کے مقام پر آنحضرت ﷺ نے اچانک دشمن کو جا لیا اور تھوڑے سے مقابلے کے بعد پورے قبیلے کو مال و اسباب سمیت گرفتار کر لیا۔ ابھی لشکر اسلام مریسیع کے مقام پر ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ حضرت عمرؓ کے ایک ملازم جہجاہ بن مسعود غفاری اور قبیلہ خزرج کے ایک شخص احنف سنان بن وبر جہنی کے درمیان پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ ایک نے انصاری کو پکارا تو دوسرے نے مہاجرین میں سے کسی ایک کو آواز دی۔ دونوں گروہوں کے درمیان لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی اور معاملہ رفع دفع

ہو گیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی خزرجی نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے بات کا بتنگڑ بنایا اور انصار کو یہ کہہ کر بھڑکانا شروع کر دیا "یہ مہاجرین ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں اور ہمارے حریف بن بیٹھے ہیں ۔ ہماری اور ان قریشی کنگلوں کی مثال ایسی ہے کہ "کتے کو پال تا کہ تجھی کو بھنبھوڑ کھائے" یہ سب کچھ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے۔ تم ہی لوگوں نے ان کو اپنے ہاں لا بسایا اور مال و جائیداد میں حصے دار بنایا۔ آج اگر تم ان سے ہاتھ کھینچ لو تو یہ چلتے پھرتے نظر نہ آئیں۔ پھر اس نے قسم کھا کر کہا مدینہ واپس پہنچنے کے بعد جو ہم میں سے عزت والا ہے وہ ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریگا۔(۱۹)

قرآن نے ان کی اس گفتگو کی شہادت دی۔

"وہ کہتے ہیں کہ "اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کریگا"۔(۲۰)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس پیرو پیگنڈہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

"حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کیلئے ہے مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں"۔(۲۱)

"یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول ﷺ کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرتا کہ یہ منتشر ہو جائیں"۔(۲۲)

اس پروپیگنڈہ کے پس منظر میں مسلمان مہاجرین کا معاشی مقاطعہ اور ان کو دیوالیہ کرنا مقصود تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بڑائی اور کمتری، عزت اور ذلت کے جس تصور کا ابلاغ منافقین کر رہے تھے اور انصار کی معاشی بالادستی اور مہاجرین کے مالی احتیاج کا جس انداز سے اپنے پروپیگنڈہ کے ذریعے استحصال کرنا چاہتے تھے اس کے پس پردہ محرکات نہایت شر انگیز تھے۔ ان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ جس کیلئے معاشی مفادات کو داؤ پر لگا دیا جائے۔ ان کا مطمع نظر دنیاوی آسائش اور بہتر "معیار زندگی" تھا۔ وہ "ترقی یافتہ" کو عزت دار اور معزز اور غربت کے مارے ہوئے غریب یا "ترقی پذیر" افراد کو ذلیل اور کمتر تصور کرتے تھے اور دو مسلمانوں کی چپقلش سے فائدہ اٹھا کر منافقین اپنے پروپیگنڈہ کے ذریعے اہل ایمان کو بہت بڑے فتنے سے دوچار کرنا چاہتے تھے اور مہاجر مسلمانوں کو ذلیل اور کمتر کے القاب سے نواز کر معاشی پسماندگی کے سبب احساس کمتری میں ان کو مبتلا کرنا مقصود تھا۔

وہ اس نفسیاتی جنگ کو حربے کے ذریعے مسلمانوں کو نفسیاتی دباؤ میں رکھنا چاہتے تھے۔ ان منفی عزائم کے باوجود منافقین کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ جب حضرت زید بن ارقمؓ کو جھوٹا قرار دیا اور کہا

کہ زیدؓ ذاتی دشمنی کی بنیاد پر یہ افواہ پھیلا رہے ہیں۔ خود ان کے اخلاقی دیوالیہ پن کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے منفی عزائم کو در پردہ رکھ کر حضرت زیدؓ کی حقیقت بیانی کو ڈس انفارمیشن، افواہ اور جھوٹا پروپیگنڈہ قرار دینا چاہتے تھے۔ مگر اللہ نے اصل حقیقت کا پردہ اس آیت سے چاک کر کے رکھ دیا اور ان کے اپنے الفاظ دہرا کر منافقین کے اس راز کو فاش کر دیا جس کو وہ چھپانا چاہتے تھے۔ اس پر حضور ﷺ نے حضرت زید بن ارقمؓ سے کہا کہ اللہ نے تیری سچی خبر کی تصدیق کر دی ہے۔ اس طرح حضرت زیدؓ کا وہ ذہنی دباؤ بھی ختم ہو گیا جو ہر سچے رپورٹر یعنی راوی کو اس کی سچی خبر کو جھٹلانے پر ہوا کرتا ہے۔

یوں صدق کے علم بردار پیغمبر صادق اور ان کے پیروکاروں کو ہر قسم کی جسمانی اور ذہنی تعذیب و تکذیب سے گذارا گیا کہ سچ اور سچائی کے پیغام کو پھیلنے نہ دیا جائے مگر اللہ کا فیصلہ تھا کہ سچائی کی روشنی کو ظالموں کی افواہوں اور پروپیگنڈہ سے روکا نہیں جا سکے گا۔

> ''اب بھلا اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھے حالانکہ اسے اسلام (اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دینے) کی دعوت دی جا رہی ہو؟ ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو''۔ (۲۳)

پروپیگنڈہ کا جواب قرآن کی روشنی میں: منافقین اور خاص طور پر عبداللہ بن ابی کی نیچ حرکت کا پول کھلنے کے بعد حضرت عمرؓ بے تاب ہو گئے اور حضور ﷺ سے اجازت مانگی کہ منافق کی گردن اڑا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''اے عمرؓ! کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں''۔ (۲۴)

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ افواہ سازی کے جرم میں دین کسی کے خلاف پرتشدد کارروائی کی اجازت نہیں دیتا چاہے پس پردہ منافقین طشت از بام ہی کیوں نہ ہوں۔ حکمت عملی کے لحاظ سے بھی پروپیگنڈہ کا پرتشدد جواب دینے سے ان مقاصد کی تکمیل کی راہ ہموار ہوتی ہے جو افواہ کی تہہ میں کارفرما ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ رئیس المنافقین کے فرزند حضرت عبداللہؓ نے جو ایک مخلص مسلمان تھے، حضور ﷺ کے پاس آ کر گذارش کی:

> ''اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں خود ہی اپنے باپ کا کام تمام کر دوں؟''

آپ ﷺ نے اطمینان دلایا کہ قتل کے بجائے میں اس پر مہربانی کرونگا یہاں تک کہ

جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو حضورﷺ نے اس کے کفن کیلئے اپنا کرتا بھجوایا۔(۲۵)
یہ ان لوگوں کے ساتھ رحمت للعالمین ﷺ کا سلوک تھا جو دعویٰ ایمان میں سچے اور مخلص نہ تھے اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچاتے رہے۔

ذاتیات پر حملہ : تہمت' پروپیگنڈہ اور افواہ سازی کی بدترین کاروائی جو آنحضرت ﷺ کے خلاف کی گئی وہ افسانہ افک تھا جو غزوہ بنی المصطلق کے سفر کے دوران پیش آیا۔ منافقوں کے سرغنہ عبداللہ بن ابی کو پروپیگنڈہ کا یہ زریں موقع ہاتھ آیا اور اس نے حضرت عائشہؓ اور حضرت صفوانؓ پر بدکاری کی تہمت لگائی اور حسد اور نفاق کی چنگاری سے افواہوں کی آگ خوب بھڑکائی۔ جب حضورﷺ مدینہ آئے تو تہمت تراشوں نے خوب جم کر پروپیگنڈہ کیا۔ جھوٹ اور افواہ کس تیزی سے پھیلتے ہیں اس کا اندازہ واقعہ افک سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس افواہ یا تہمت کی بازگشت سے مسلمان معاشرہ میں ہلچل مچ گئی اور کئی مخلص مسلمان بھی جھوٹ اور پروپیگنڈہ کے اس زور سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس جھوٹ کا مفتری عبداللہ بن ابی اور اس کا ساتھی زین بن رفاعہ تھا جو یہودی منافق کا بیٹا تھا' مگر اس سے متاثر ہونے والے مخلص مسلمانوں میں حضرت مسطحؓ بن اثاثہ' حضرت حسانؓ بن ثابت اور حضرت حمنہؓ بنت جحش پیش پیش تھے۔ اس بے بنیاد خبر سے عام مسلمانوں اور خود آنحضورﷺ کو ذہنی کوفت ہوئی۔ ام المومنینؓ کے خلاف یہ جھوٹی خبر اس انداز سے پھیلائی گئی کہ مسلمان معاشرہ کی رائے عامہ بدظن ہونے لگی تھی۔ اس لئے حضورﷺ نے سروے کے طور پر چند مرد اور چند خواتین کی رائے معلوم کرنا چاہی۔ اس افواہ کے پھیلانے میں بدقسمتی سے زوجہ رسولﷺ حضرت زینبؓ بنت جحش کی بہن حضرت حمنہؓ بنت جحش بھی ملوث تھیں۔ اس لئے آنحضورﷺ نے حضرت زینبؓ سے بھی دریافت کیا ''تمہاری کیا رائے ہے؟ تمہاری معلومات کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کی:

> ''میں اپنے کانوں اور آنکھوں (یعنی سمع و بصر) کی حفاظت کرتی ہوں خدا کی قسم عائشہؓ کے بارے میں خیر ہی خیر جانتی ہوں''۔(۲۶)

یہ اس سوکن کی گواہی تھی جس کے بارے میں خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازواج رسولﷺ میں سب سے زیادہ زینب سے ہی میرا مقابلہ رہتا تھا۔

اس خلاف حقیقت الزام تراشی پر صحابہ کرامؓ اپنی نجی محفلوں میں بھی گفتگو کرتے تھے۔ ایک ماہ تک اس خبر کی بازگشت اور اس پر ردعمل کا اظہار ہوتا رہا' کیونکہ رسول اللہﷺ کی شخصیت اتنی عظیم تھی کہ آپﷺ کا فرمان ''اہم ترین خبر'' (Breaking News) کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے آپؐ کے خلاف خبر کی اشاعت بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی اس قصہ سے سخت کشیدگی پیدا ہوگئی تھی۔ یہ افتراپر

دازی اوراسکینڈل کی خبر اپنی عین فطرت کے مطابق ایک زبان سے دوسری زبان پر چڑھتی اور پھیلتی جارہی تھی بالآخراللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی خودہی حقیقت حال کھول کررکھ دی۔علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں۔

''محققین کی رائے کے مطابق حضرت یوسفؑ پرتہمت زنالگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک شیرخوار بچے کی زبان سے آپ کی براءت کی۔ حضرت مریمؑ پرالزام لگایا گیا توعیسیٰؑ جوابھی چنددنوں کے بچے تھے انہوں نے آپ کی براءت کی مگر جب منافقین نے حضرت عائشہؓ کواپنے پروپیگنڈہ اورصریح بہتان کا موضوع بنایا اور ہرزہ سرائی کی توخودرب کائنات نے آپ کی پاکیزگی اورطہارت کی شہادت دی او رسورۃ النورکی ابتدائی 10 آیات جن کابراہ راست تعلق اس واقعے سے ہے نازل فرمائیں''۔(۲۷)

عہد حاضر کے تقاضے اور پروپیگنڈہ :ذرائع ابلاغ سے پروپیگنڈہ زمانہ امن میں بھی ہوتا ہےاورزمانہ جنگ میں بھی۔زمانہ جنگ میں افواہ سازی اور پروپیگنڈہ اپنے پورے عروج پر ہوتا ہے۔اس لئے ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے تاکہ پروپیگنڈہ سے خوف و ہراس نہ پھیلےاور دشمن اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہو۔ایسے مواقع پرذرائع ابلاغ کیا کردارادا کریں؟ اسکی وضاحت قرآن کریم میں یوں کی گئی۔

''جب بھی اس کے پاس امن یاجنگ کی کوئی خبرپہنچتی ہےتو یہ اس کوفوراًنشرکردیتے ہیں اوراگر یہ لوگ اس کورسول ﷺ کی طرف یااپنے میں سے اولی الامرکی طرف لوٹا دیتے تو ان میں سے جوبھی لوگ اس (خبر) کی تحقیق کرسکتے ہیں وہ اس کی حقیقت معلوم کرلیتے اوراگرتم لوگوں پراللہ کافضل نہ ہوتا اوراس کی رحمت شامل حال نہ ہوتی توتم بھی شیطان کے پیچھے چل پڑتے سوائے چندلوگوں کے''۔(۲۸)

یہ آیت منافقین کی شرارتوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جوافواہیں پھیلاکرمعاشرہ میں خوف وہراس پیداکرتے تھے۔اس آیت سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ:

''افواہیں پھیلانا شیطانی کام ہےاورمنافقین کی نشانی ہے''۔(۲۹)

لہٰذاذرائع ابلاغ سے وابستہ ذمہ دارافرادکی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خبراورافواہ یعنی News اور Disinformatiion میں تمیزکریں اوراس کام کی خاطرکوئی مخصوص ادارہ یاشعبہ قائم کریں جو تحقیق وتجزیے کاذمہ دارہواوروہ خبرکی حقیقت معلوم کرے۔ایسے تجزیاتی اورتحقیقی ادارے Research & Analysis Wing زمانہ جنگ میں خصوصی طورپرفعال ہونے چاہیں۔خبر

چاہے جنگ چھڑنے سے متعلق ہو یا جنگ بندی سے' بہر حال دوررس اثرات کی حامل ہوتی ہے۔لہٰذا محض مالی مفاد کی خاطر دوسرے اخبار یا نشریاتی اداروں سے مسابقت کی خاطر افواہوں کی سرخی جمانا' یا بلاتحقیق خبر نشر کردینا کوئی قابل تحسین عمل نہیں ہے۔اس طرح کی جلد بازی شیطان کے اتباع کے مترادف ہے جو اپنی فطرت میں شر پسند اور شر انگیز واقع ہوا ہے۔

دشمن کا پروپیگنڈہ' حکمت عملی، مقاصد کیلئے ہو' یا ڈپلومیٹک' یا پھر کسی لیڈر یا سپہ سالار کی ہتک عزت کیلئے افواہ اڑائی جارہی ہو' حالات کا اور خبروں کا معروضی اور ٹھنڈے دل سے جائزہ لینا ذمہ دارانہ ابلاغ کے لئے ضروری ہے۔اس میں نظریے کی وضاحت بھی ہوتی ہے اور ملک وقوم کے جائز مفادات کا خیال بھی۔اپنی جامع معنویت کے اعتبار سے سورۃ النساء کی اس آیت میں اولی الامر سے مراد ہر وہ ذمہ دار شخص ہے جو سول یا فوجی حکام میں سے ہو' کسی نیوز ایجنسی یا نشریاتی ادارے کا کرتا دھرتا ہو' یا مقننہ' انتظامیہ اور عدلیہ کا کوئی ذمہ دار شخص ہو جس کے ادارے کے متعلق ایسی اطلاع بہم پہنچائی جائے۔ جو Disinformaton یا افواہ اور پروپیگنڈہ کے غلبے کے سبب عوام الناس کیلئے باعث پریشانی بن سکتی ہو ڈس انفارمیشن کی نفسیات کے عنوان سے ابلاغ عام کے مصنف لکھتے ہیں:

''بعض اوقات افواہوں سے حکومت اور ملک وقوم کا خاصا نقصان ہوتا ہے۔خصوصاً جنگ اور قومی ابتلا کے زمانے میں افواہوں سے نپٹنا اہم مسئلہ بن جاتا ہے''۔(۳۰)

ذرائع ابلاغ کی حیثیت چونکہ امیج بلڈرز کی سی ہے' صدق وعدل سے رائے عامہ کو متاثر کرکے وہ معاشرہ کی مثبت رہنمائی کرتے ہوئے اس کو معروف یعنی Approved کی طرف موڑ سکتے ہیں اور منکر یعنی Disapproved سے بچا بھی سکتے ہیں۔اس کے برعکس منفی پروپیگنڈہ کرکے وہ معاشرہ کو''خبر''اور''بہترین''کے بجائے بدترین نتائج سے بھی دوچار کرسکتے ہیں۔کیونکہ''اطلاع''یعنی Information وہ قوت ہے جو فائدہ بھی دے سکتی ہے اور نقصان بھی میڈیا دراصل فروغ ابلاغ اور ترسیل اطلاع کا موثر ذریعہ ہے جس میں نت نئی ٹیکنالوجی اور جدت آنے سے دنیا کی طنابیں سمٹ کررہ گئی ہیں اور عالمی بستی کا تصور عمل کے قالب میں ڈھل چکا ہے اس لئے مسلم ممالک کے ذرائع ابلاغ کا کردار نہایت ذمہ درانہ' مثبت اور قرآن وسنت کی ہدایات کے عین مطابق ہونا چاہیے تاکہ دشمن کے شر انگیز پروپیگنڈہ کو''خبر''سے بدلا جاسکے۔دین اسلام کا تشکیل کردہ معاشرہ انسانیت کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔اس معاشرہ کو قائم رکھنے اور دین اسلام کے پیغام امن کو موجودہ دور کے جدید ترین ذرائع ابلاغ کے ذریعے عام کیا جاسکتا ہے جس سے دین اسلام کے ساتھ ساتھ انسانیت بالخصوص اُمت مسلمہ کی بہت بڑی خدمت بھی کی جاسکتی ہے۔

حوالہ جات

(1) Wright Charles Mass Commmunication A Social Perspective. Ramdom House.N.P.NY.1975. P.12.

۲) ابن منظور لسان العرب ج ۸۔ دار صادر بیروت ۱۹۹۰ء۔ ص ۴۱۹

۳) استاذ فہمی قطب الدین النجار اسلام اور ابلاغ ص ۴۴ مترجم: ساجد الرحمٰن صدیقی،

۴) مہدی حسن، ڈاکٹر ابلاغ عامہ مکتبہ کارواں لاہور، ۱۹۸۴ء ص ۱۵۴

۵) القرآن سورۃ نمبر ۴۱، پارہ نمبر ۲۴، آیت نمبر ۲۶ (حٰم سجدہ)۔

۶) القرآن سورۃ الجمعہ ۶۲، پارہ نمبر ۲۸، آیت نمبر ۱۱

۷) شبلی نعمانی، علامہ سیرت النبی ﷺ ج۔ اول۔ طبع چہارم مطبع سعیدی قرآن محل کراچی۔ ص ۴۰۶

۸) ایضاً۔ ص ۴۰۹

۹) سید حسن خان، مولانا ترجمہ: ابن خلدون مطبع جاوید پریس ۴۹، کراچی

۱۰) بحوالہ نمبر ۷۔ ص۔ ۴۰۹

۱۱) تاریخ ابن ہشام ج۔ ۲۔ ص ص ۶۰۔ ۵۲

۱۲) القرآن سورۃ الحشر، آیت نمبر ۱۱

۱۳) محمد کرم شاہ الازہری، پیر ضیاء النبی ﷺ طبع ضیاء القرآن پبلکی کیشنز لاہور۔ ص ۶۰۶

۱۴) محمد رفیق ڈوگر الامین ج۔ ۲۔ س............ طبع .... لاہور، ص ۳۸۳

۱۵) القرآن سورۃ المائدہ، پارہ نمبر ۶، آیت نمبر ۶۷

۱۶) القرآن سورۃ سباء، پارہ نمبر ۲۲، آیت نمبر ۲۸

۱۷) القرآن سورۃ یوسف، پارہ نمبر ۱۴، آیت نمبر ۱۰۸

۱۸) القرآن سورۃ البقرۃ، پارہ نمبر ۲، آیت نمبر ۱۵۱

۱۹) مولانا مودودی تفہیم القرآن، ج۔ ۵، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور اشاعت نمبر ۲۰۔ ۱۹۹۱ء، ص ۴۲۰

۲۰) القرآن سورۃ المنافقون، پارہ نمبر ۲۸، آیت نمبر ۸

۲۱) ایضاً

۲۲) ایضاً آیت نمبر ۷

۲۳) القرآن سورۃ الصف، پارہ نمبر ۲۸، آیت نمبر ۷۔ ۸

۲۴) مولانا مودودی تفہیم القرآن، ج۔ ۵، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

اشاعت نمبر ۲۰۔ ۱۹۹۱ء، ص ۱۳

۲۵) مولانا مودودی تفہیم القرآن، ج۔ ۲، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

اشاعت نمبر ۲۰۔ ۱۹۹۱ء، ص ۲۲۰

۲۶) بحوالہ نمبر ۱۳ (تاریخ خمیس) ج۔ اوّل ص ۴۷۷

۲۷) سیرت ابن ہشام ج۔ ۲ ص ۳۰۴

۲۸) القرآن سورۃ النساء، پارہ نمبر ۵، آیت نمبر ۸۳

۲۹) گوہر رحمٰن، مولانا تفہیم المسائل ج۔ ۱......طبع۔ مکتبہ تفہیم القرآن، مردان۔ ص ۴۲۶

۳۰) بحوالہ نمبر ۴۔ ص ۱۷۰